BA Part - II
Subsidiary

7/10/2020

اشعار نظیر

سوال نمبر ۱ نظیر اکبرآبادی سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجئے!

جواب: نظیر اکبرآبادی تقریباً ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی اور بہت سن رسیدہ ہو کر ۱۸۳۰ء میں انتقال کیا۔ مقام ولادت عام طور سے دلی سمجھا جاتا ہے مگر بعض لوگوں نے پٹنہ بھی بتایا ہے۔ بہرحال ایام طفولیت دلی میں گذرے۔ احمد شاہ ابدالی کے حملے کے وقت دلی چھوڑ کر آگرہ چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ زیادہ تر محلہ تاج گنج میں رہے اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ ذریعہ معاش عام طور پر معلمی کا مشغلہ رہا۔ لالہ بلاس رام کے یہاں ان کے لڑکے کو پڑھانے کی خدمت پر عرصہ تک ملازم رہے اور محض قلیل تنخواہ پر ساری زندگی گذار دی۔

ان کی علمی قابلیت کے متعلق اختلاف ہے۔ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ معمولی پڑھے لکھے تھے۔ مگر یہ غلط ہے۔ ان کے سارے کلام پر بغور نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی کی اچھی استعداد رکھتے تھے اور عربی سے بھی کسی قدر آشنا تھے۔ اس کے علاوہ برج بھاشا، پنجابی اور پوربی وغیرہ مقامی زبانوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ وہ نہایت نیک طبیعت حلیم اور منکسر المزاج انسان تھے۔ ان کا مشرب صلح کل تھا۔ مذہبی تعصب سے بالکل بیگانہ تھے۔ اسی لئے ہندو مسلمانوں میں یکساں طور پر عزیز و محبوب تھے۔ کھیل، ورزش اور سیر سپاٹے سے خاص ذوق رکھتے تھے۔ جوانی کے دنوں میں ان کے اشغال جوانانہ رہے اور بڑھاپے میں صوفی بن گئے۔ وہ نہایت قانع شگفتہ مزاج اور دلچسپ انسان تھے زندگی کے مصائب کی کبھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ خود بھی ہنستے رہتے تھے اور دوسروں کو بھی ہنساتے رہتے تھے۔

نظیر بہت زود گو اور پرگو شاعر تھے جس واقعہ سے متاثر ہوئے تھے اسے فوراً بے ساختہ نظم کی صورت میں ڈھال لیا کرتے تھے۔ اگر ان کا سب کلام جمع ہوتا تو بہت بڑا دفتر ہو جاتا چونکہ اپنے کلام کو محفوظ رکھنے کی طرف توجہ نہیں کی اس لئے زیادہ تر حصہ ضائع ہو گیا جو بچ رہا وہ شائع ہو گیا وہ بھی اردو ادب کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

نظیر فطرتی شاعر تھے۔ انہوں نے فن شاعری کسی سے نہیں سیکھا اپنی شاعرانہ طبیعت سے مجبور ہو کر شاعری کرنے لگے نظیر اردو زبان میں نظم گوئی کے موجد کہے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس تعلیم یافتہ طبقہ میں ان کی شاعری کی قدر نہیں ہوئی۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگوں نے ان کے کمال کو پہچانا۔ ان کی زبان عامیانہ اور انداز بیان نہایت سادہ ہے، صاف ہے۔ اپنی نظموں کے لئے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جو عوام کی زندگی اور ان کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ ان کا کلام نہایت شوخ رنگین، دلکش اور موثر ہے ان کے کلام میں ظرافت کا رنگ بھی نہایت شوخ اور پرلطف ہے اور اکثر نظموں میں ایک قدرتی حسن کی طرح جھلکتا ہے۔ نظیر حقیقی ہندوستانی شاعر ہیں۔ ان کے کلام میں مقامی رنگ نہایت واضح اور روشن ہے۔ چاہے وہ موسموں کا بیان ہو چاہے تہواروں کا پھلوں کا تذکرہ ہو یا مقامات کا تجربہ یا قسمت کی باتیں ہوں یا اخلاق و تصوف کا ہر جگہ ہندوستانی ہے۔ ان میں صرف دیسی الفاظ کی بہتات ہے۔ ہندی اور بھاشا کے الفاظ بھی خوبصورتی کے ساتھ ادا کئے گئے ہیں۔ نظیر نے مناظر فطرت کو بھی خوب بیان کیا ہے۔ موسمی کیفیتوں کو ساتھ انسانی دلچسپی کا جو تعلق ہے اور اردو کو ہوا جو کہ اخلاق و تصوف پر جو نظمیں نظیر نے لکھی ہیں وہ نہ صرف ان کے خلوص اور نیکی کو ظاہر کرتی ہیں بلکہ پڑھنے والوں کے دلوں میں ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتی ہیں۔

BA Part-II
Sub.

classmate
Date: 2
Page:

اشعارِ نظیر

(نظیر اکبرآبادی)

7/10/2020

ان کے کلام میں جہاں محاسن ہیں وہیں بعض معائب بھی ہیں۔ سب سے نمایاں عیب ان کی فحش پسندی اور ابتذال ہے جن نظموں میں عموماً فحش گوئی کا موقع نہیں ہوتا ہے وہاں بھی نظیر کوئی نہ کوئی پہلو پیدا کر ہی لیتے ہیں۔ جہاں اس کا موقع ہے وہاں کی تو نہ پوچھیے۔ ان کے جنسی جذبات میں عموماً پستی اور بازاری پن ہے یہ غالباً پست طبقہ کے ساتھ آمیزش کا اثر ہے۔ ان کا ایک دوسرا عیب الفاظ کی تکرار اور نامانوس الفاظ کی بھرمار ہے۔ ان کی واقفیت ان محدود حلقوں سے باہر بہت کم ہے۔ نظیر کا ایک اور عیب تو قواعدِ زبان سے بے اعتنائی ہے اور اصول و عروض سے بے نیازی ہے۔ اردو کے جس دور سے نظیر گذر رہے تھے اس میں اردو شاعری مانجھ منجھا کر کافی صاف ہو چکی تھی۔ اس لئے اس عہد میں ایسی بے احتیاطیاں قابلِ اعتراض ہیں۔

سوال نمبر۲ نظیر اکبرآبادی بحیثیت شاعر تنقید تبصرہ کیجئے؟

جواب: بحیثیت شاعر نظیر اکبرآبادی کا اصلی مقام ابھی تک متعین نہیں ہوا ہے اور ان کے کلام کا صحیح جائزہ ابھی تک نہیں لیا جا سکا ہے۔ بلکہ یہ بھی ابھی تک طے نہیں ہو سکا ہے کہ وہ کتنی کتنی زبانوں کے شاعر تھے۔ عام طور سے نظیر کی شہرت اردو زبان کے شاعر کی حیثیت سے ہے اور مجموعی طور پر یہ صحیح بھی ہے لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کہ وہ بہت کم پڑھے لکھے تھے ان کی کلیات میں بہت سی فارسی کی غزلیں اور لمبی لمبی نظمیں ہیں اور نہایت بے تکلف ہیں۔ بعض جگہ انہوں نے عرب کے اشعار پر مصرعے بھی تضمین کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی سے بھی بے بہرہ نہیں تھے۔ بھاشا اور ہندی تو اس خوبی اور کثرت سے لکھی ہے کہ ان زبانوں میں مہارت کے متعلق سے کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔

نظیر کے دور میں ایک نئی زبان ہندوستان میں پیدا ہو کر پرورش پا رہی تھی اور کافی ترقی کر چکی تھی۔ یہ فارسی کے مقابلہ میں ہندی کہلاتی تھی اور اس میں نظم و نثر لکھی جانے لگی تھی اس دور کے پڑھے لکھے لوگ اس زبان سے آشنا ہو چکے تھے اور اکثر اس میں طبع آزمائی بھی کیا کرتے تھے اس کو بعد میں لوگ ریختہ اور اردو کہنے لگے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بعض مقامی بولیوں میں یعنی بھاشا وغیرہ میں مہارت اور مشق پیدا کر کے ان زبانوں میں بھی شاعری کرتے تھے۔

"ہندی" کا لفظ اتنے مختلف معنوں میں مستعمل ہے کہ اس کے اندر خاصا ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ یہ لفظ عربی ہے۔ بانیِ اسلام نے اسی لفظ سے اس ملک کو جو ہمالیہ سے دکھن کی جانب ہے ہند کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ عربی میں اس ملک والوں کو یا اس کی چیزوں کو ہندی کہتے ہیں۔ جب فارسی بولنے والے ترک یا مغل وغیرہ اس ملک میں آئے تو وہ اس کے باشندوں کو ہندو اور اس ملک کو ہندوستان کہنے لگے۔ ان کے آنے سے اس ملک کی دفتری زبان فارسی ہو گئی اور مدتوں رہی۔ اس وقت اس ملک کے مختلف مقامات میں مختلف مقامی بولیاں یا بھاشائیں مروج تھیں۔ ان فارسی بولنے والے فاتحین اور بھاشا بولنے والے مفتوحین میں جب اختلاط بڑھا تو ایک نئی زبان ایرانی، فارسی اور ہندوستانی زبانوں کا مخلوط ہو کر عالمِ وجود میں آئی۔ اس زبان کی ایجاد و ترقی میں ہندو اور مسلمانوں سب کا برابر حصہ رہا۔ اس زبان کو فارسی کے مقابلہ میں ہندی کا لقب ملا۔ کیونکہ اس کی پیدائش اسی ملک ہند میں ہوئی تھی۔ لفظ ہندی اردو کے لئے عرصہ دراز تک مستعمل رہا۔ اخیر زمانے میں میر و مصحفی نے تذکرہ شعرائے ہندی لکھے۔ اس میں صرف اردو شعراء کے تذکرے ہیں۔ جس سے

P.T.O.

Class-X
R.Sub.)

اشعار نظیر

(نظیر اکبر آبادی)

7/10/2020

ظاہر ہے کہ اس وقت تک اردو کو ہندی کہتے ہیں۔ غالب نے بھی اپنے خطوط کے مجموعہ کا نام "عود ہندی" رکھا ہے۔
آگرہ سے متھرا تک برج کا علاقہ کہلاتا تھا اور اس علاقہ کی مقامی بولی کو برج بھاشا کہتے تھے۔ عبدالرحیم خان خاناں ترکی، فارسی اور عربی کے علاوہ برج بھاشا کا بھی زبردست فاضل اور بے مثل شاعر تھے۔ اس دور کے مہاراجہ منوہر پرشاد، ہربنش، چندر وغیرہ ہیں جن کا زمانہ انیسویں صدی کے وسط تک پہنچتا ہے اگرچہ یہ رنگ متر نگار تھے مگر بعض نے کچھ کچھ شاعری بھی کی ہے اس لئے نئی ہندی شاعری کی تاریخ ۱۸۰۰ء سے پہلے کسی طرح شروع نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر ۲ نظیر اکبر آبادی نے نظم "برسات کی بہاریں" کے ذریعہ برسات کا جو نقشہ کھینچا ہے اس پر اپنا اظہار خیال کیجئے یا
نظیر اکبر آبادی کی نظم "برسات کی بہاریں" پر اپنا اظہار خیال لکھئے؟

جواب: اس نظم میں شاعر نے برسات کے موسم میں غریبوں، ناداروں، مسکینوں، امیروں اور مسافروں کی حالت کی تصویر کشی کی ہے۔ نظیر کے مطابق تو بہار کا موسم دراصل برسات ہی ہو سکتا ہے کیونکہ چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ سبزے لہلہاتے ہیں۔ باغات ہرے بھرے رہتے ہیں۔ بارش ہو رہی ہے۔ سبزے بھیگ رہے ہیں۔ بارش سے نہا رہے ہیں۔ سارے جنگل ہرے نظر آتے ہیں۔ آسمان میں بجلی چمکتی ہے۔ بادل گرجتے ہیں۔ مور جیسے جھنگر، مینڈک، فاختہ، تیتر، کوئل، قمری، بدبد غرض سارے طیور اپنی اپنی زبان میں بول رہے ہیں کہ سب "سبحان اللہ" کا عمل ہے سبحان تیری قدرت۔ یہ سبھی لیکن ایک رٹ لگاتے ہیں کہ اے خدا، یہ سارے سامان تیری قدرت کے ہیں۔ سبھی اپنی بولیوں میں تیرا ہی نام لے رہے ہیں۔

جب بادل آسمان پر گھر آتے ہیں تو عاشقوں، چاہنے والوں اور محبوباؤں کے دل میں تڑپ اٹھتی ہے۔ سبھی کو اپنے چاہنے والوں کی یاد بے قرار کرتی ہے۔ پپیہے پی پی کی صدا لگاتے ہیں۔ بارش کی بوندیں ہنسوں کے سینے پر کٹاری چلاتی ہے۔ آسمان میں بجلی دیکھ کر کہتی ہیں کہ پیا نے اب تک ہماری خبر نہ لی ہائے۔ افسوس کوئل کی کوک سن کر غم کے مارے چھاتی پھٹنے لگتی ہے۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو عالم بے قراری میں میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتے ہیں ان کی آنکھیں ڈبڈبائی رہتی ہیں۔ نہ وہ رنگ و روپ رنگاتی ہیں اپنی اوڑھنیاں نہ جھولے جلاتی ہیں وہ اپنے عاشقوں کے غم میں بے قرار رہتی ہیں۔

بارش کی وجہ سے کہیں چھتیں گر رہی ہیں کہیں دیوار گر رہی ہیں، کہیں دیواروں کے گرنے کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ پھر بھی مفلسی کے عالم میں جھونپڑے میں رہنے والے شاد ہو رہے ہیں۔ جس کا مکان مدت کا بند ہو رہا ہے کوئی گرتا ہوا سامان دیکھ رہا ہے۔ بارش کی وجہ سے سانپ بچھو نکل آئے بچھو تمام مار رہے ہیں اور لوگوں کو ڈستے پھر رہے ہیں۔ کسی کو جھڑ ہے کی بیماری ستاتی ہے۔ کسی کو جسم پر پھوڑے لگنے کی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ کسی کو دست آرہا ہے۔ کسی کو بھیگنے کی وجہ سے کھانسی آرہی ہے۔ مفلسی کی وجہ سے پانی بھیگنے سے کپڑے جسم سے چپک جاتے ہیں جس سے شرم و حیا نہیں رہتی۔

چونکہ نظیر خود غریب تھے اس لئے وہ اپنے کو نکو کہہ رہے ہیں۔ چاروں طرف کیچڑوں کی دلدل ہے جس سے ہو کر چلنا مشکل ہو رہا ہے لوگ جب پھسل کے گرتے ہیں تو لوگ ہنس رہے ہیں کوئی گر کر اللہ کی مدد چاہتا ہے کوئی ہنستا ہے کہ دیکھو گرا ہائیں۔ کیچڑ میں گرنے کی وجہ سے کپڑے دلدل سے معطر ہو رہے ہیں۔ کسی کے منھ میں کیچڑ سما گئی ہے۔ برسات میں وہ ایک دو ہی نہیں گرتے بلکہ سیکڑوں کے سر نیچے اور پاؤں اوپر ہو جاتے ہیں۔

غرض برسات کی نہایت شاندار منظر کشی کی ہے۔ عام فہم زبان جو عام لوگوں میں مشتمل ہے اس کا استعمال بہت خوب کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر برسات کا منظر آنکھوں میں اتر آتا ہے۔